

تفہیم المسترآن

(۱۳۳)

المائدہ

(از نصف کو ع ۱۳ - تا ختم سورہ)

تھائے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا، جہاں تم ٹھیرو وہاں بھی اُسے کھا سکتے ہو اور قافلے کے لیے زاد راہ بھی بنا سکتے ہو، البتہ شکی کا شکار جب تک تم احرام کی حالت میں ہو تم پر حرام کر دیا گیا ہے پس بچو اس خدا کی نافرمانی سے جس کی پیشی میں تم سب کو گھیر کر حاضر کیا جائے گا۔

اللہ نے مکلاں محترم، کعبہ کو لوگوں کے لیے (اجتماعی زندگی کے، قیام کا ذریعہ بنایا اور ماہ حرام اور قربانی کے جانوروں اور قلا دوں کو بھی) (اس کام میں معاون بنایا) تاکہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ اللہ آسمانوں

سے چونکہ سمندر کے سفر میں بسا اوقات زاد راہ ختم ہو جاتا ہے اور غذا کی فراہمی کے لیے بجز اس کے کہ آبی جانوروں کا شکار کیا جائے اور کوئی تدبیر ممکن نہیں ہوتی اس لیے بحری شکار حلال کر دیا گیا۔

۱۳ عرب میں کعبہ کی حیثیت محض ایک مقدس جگہ ہی تھی بلکہ اپنی مرکزیت اور اپنے تقدس کی وجہ سے وہی پورے ملک کی معاشی و تمدنی زندگی کا سہارا بننا تھا۔ حج اور عمرے کے لیے سارا ملک اس کی طرف کھنچ کر آتا تھا اور اس اجتماع کی بدولت متشاکہ مارے ہوئے عربوں میں وحدت کا ایک رشتہ پیدا ہوتا، مختلف قبیلوں کے لوگ باہم تمدنی روابط قائم کرتے، شاعری کے مقابلوں سے ان کی زبان اور ادب کو ترقی نصیب ہوتی، اور تجارتی لین دین سے سارے ملک کی معاشی ضروریات پوری ہوتیں۔ حرام مہینوں کی بدولت عربوں کو سال کا پورا ایک تہائی زمانہ امن کا نصیب ہو جاتا جس میں لبہولت ان کے قافلے ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک آتے جاتے تھے، اور قربانی کے جانوروں اور قلا دوں کی برکت سے قافلے بحفاظت سفر کرتے تھے،

(باقی اگلے صفحہ پر)

اور زمین کے سب حالات سے باخبر ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔ خبردار ہو جاؤ! اللہ سزا دینے میں بھی سخت ہے اور اس کے ساتھ بہت درگزر اور رحم بھی کرنے والا ہے۔ رسول پر تو صرف پنچام پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے، آگے تمہارے کھلے اور چھپے سب حالات کا جاننے والا اللہ ہے۔ اسے پیغمبر ان سے کہہ دو کہ پاک اور ناپاک بہر حال یکساں نہیں ہیں خواہ ناپاک کی بہتات تمہیں کتنا ہی فریفتہ کرنے والی ہو، پس اسے لوگوں کو عقل رکھتے ہوئے اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو، امید ہے کہ تمہیں فلاح نصیب ہوگی۔

سج

اسے ایمان لانے والا! ایسی باتیں نہ پوچھا کرو جو تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں ناگوار ہوں، لیکن

(بقیہ سابق) کیونکہ اندر کی علامت کے طور پر جن جانوروں کی گردن میں پتے پڑے ہوتے انہیں دیکھ کر عربوں کی گردنیں احترام سے جھک جاتیں اور کسی غارتگر قبیلے کو ان پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوتی۔

(حواشی صفحہ ہذا) سلسلہ یعنی اس انتظام پر غور کرو تو تمہیں خود اپنے ملک کی تمدنی و معاشی زندگی ہی میں اس امر کی بین شہادت مل جائے گی کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے مصالح اور ان کی ضروریات کا کیسا مکمل اور گہرا علم رکھتا ہے اور اپنے ایک ایک حکم کے ذریعہ سے انسانی زندگی کے کتنے کتنے شعبوں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ بدامنی کے یہ سینکڑوں برس جو محمد عربی کے ظہور سے پہلے گزرے ہیں، ان میں تم لوگ خود اپنے مفاد سے ناواقف تھے اور اپنے آپ کو تباہ کرنے پر تے ہوئے تھے، مگر اللہ تمہاری ضرورتوں کو جانتا تھا اور اس نے صرف ایک کعبہ کی مرکزیت قائم کر کے تمہارے لیے وہ انتظام کر دیا تھا جس کی بدولت تمہاری قومی زندگی بے قرار رہی۔ دوسری بے شمار باتوں کو چھوڑ کر اگر صرف اسی ایک بات پر دھیان کرو تو تمہیں یقین حاصل ہو جائے گا کہ اللہ نے جو احکام تمہیں دیے ہیں ان کی پابندی میں تمہاری اپنی بھلائی ہے اور ان میں تمہارے لیے وہ مصلحتیں پوشیدہ ہیں جن کو نہ تم خود سمجھ سکتے ہو اور نہ اپنی تدبیروں سے پورا کر سکتے ہو۔

اسی آیت قدر و قیمت کا ایک دوسرا ہی معیار پیش کرتی ہے جو ظاہر ہیں انسان کے معیار سے بالکل مختلف ہے۔ ظاہر میں نظر میں سو روپے بظاہر پانچ روپے کے لازماً زیادہ قیمتی ہیں کیونکہ وہ سو میں اور پانچ۔ لیکن یہ آیت کہتی ہے کہ سو روپے اگر خدا کی نافرمانی کر کے حاصل کیے گئے ہیں تو وہ ناپاک ہیں، اور پانچ روپے اگر خدا کی فرماں برداری کرتے ہوئے کمائے گئے ہیں تو وہ پاک ہیں، اور ناپاک خواہ مقدار میں کتنا ہی زیادہ ہو، بہر حال وہ پاک کے برابر کسی طرح نہیں ہو سکتا۔ غلطی کے ایک دوسرے (باقی اگلے صفحہ پر)

(بقیہ سابق) عطر کا ایک قطرہ زیادہ قدر رکھنا ہے اور پیشاب کی ایک بریزنا ناک کے مقابلہ میں پاک پانی کا ایک چلو زیادہ وزنی ہے۔ لہذا ایک سچے دانشمند انسان کو لازماً حلال ہی پر قناعت کرنی چاہیے خواہ وہ ظاہر میں کتنا ہی حقیر ولیل ہو اور حرام کی طرف کسی حال میں بھی ہاتھ نہ بڑھانا چاہیے خواہ وہ بظاہر کتنا ہی کثیر و ثناء دار ہو۔

ﷺ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض لوگ عجیب عجیب قسم کے فضول سوالات کیا کرتے تھے جن کی زہدین کے کسی معاملہ میں ضرورت ہوتی تھی اور نہ دنیا ہی کے کسی معاملہ میں۔ مثلاً ایک موقع پر ایک شخص بھرے مجمع میں آپ سے پوچھ بیٹھا کہ میرا اصلی باپ کون ہے؟۔ اسی طرح بعض لوگ حکام شریعہ میں غیر ضروری پوچھ گچھ کیا کرتے تھے، اور خواہ مخواہ پوچھ پوچھ کر ایسی چیزوں کا تعین کرانا چاہتے تھے جنہیں شارع نے مصلحتاً غیر معین رکھا ہے۔ مثلاً قرآن میں مجلایہ حکم دیا گیا تھا کہ حج تم پر فرض کیا گیا ہے۔ ایک صاحب نے حکم سنتے ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کیا ہر سال فرض کیا گیا ہے؟ آپ نے کچھ جواب نہ دیا۔ انھوں نے پھر پوچھا۔ آپ پھر خاموش ہو گئے۔ تیسری مرتبہ پوچھنے پر آپ نے فرمایا "تم پر افسوس ہے۔ اگر میری زبان سے ہاں نکل جائے تو حج ہر سال فرض قرار پا جائے۔ پھر تم ہی لوگ اس کی پیروی نہ کر سکو گے اور نافرمانی کرنے لگو گے۔" ایسے ہی لابیائی اور غیر ضروری سوالات سے اس آیت میں منع کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی لوگوں کو کثرت سوال سے اور خواہ مخواہ بر بات کی کھوج لگانے سے منع فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں ہے ان اعظم المسلمین فی المسلمین جبرما من سال عن شئی لم یجہد علی الناس فحرم من اجل مسألتہ۔ "مسلمانوں کے حق میں سب سے بڑا مجرم وہ شخص ہے جس نے کسی ایسی چیز کے متعلق سوال چھیڑا جو لوگوں پر حرام نہ کی گئی تھی اور پھر محض اس کے سوال چھیڑنے کی بدولت وہ چیز حرام ٹھہرائی گئی۔" ایک دوسری حدیث میں ہے ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوها وحرم حرما فلا تنتہکوها وحدودا فلا تقعدوها ولسلت عن اشیاء من غیر بیان فلا تبحتوا عنہا۔ "اللہ نے کچھ فرائض تم پر عائد کیے ہیں، انہیں ضائع نہ کرو۔ کچھ چیزوں کو حرام کیا ہے، ان کے پاس نہ چھٹو۔ کچھ حدود مقرر کی ہیں، ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور کچھ چیزوں کے متعلق خاموشی اختیار کی ہے بغیر اس کے کہ اُسے بھول لاحق ہوئی ہو، لہذا ان کی کھوج نہ لگاؤ۔" ان دونوں حدیثوں میں ایک اہم حقیقت پر تنبیہ کیا گیا ہے۔ جن امور کو شارع نے مجلہ بیان کیا ہے اور ان کی تفصیل نہیں بتائی، یا جو احکام برہیل اجمال دیے ہیں اور مقدار یا تعداد یا دوسرے تعینات کا ذکر نہیں کیا ہے، ان میں اجمال اور عدم تفصیل کی وجہ یہ نہیں ہے کہ شارع سے بھول ہو گئی، تفصیلات بتانی چاہیے تھیں مگر نہ بتائیں۔ بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شارع ان اصولی تفصیلات کو محدود نہیں کرنا چاہتا اور ان احکام میں لوگوں کے لیے دعوت رکھنا چاہتا ہے۔ اب جو شخص خواہ مخواہ

اگر تم انھیں ایسے وقت پوچھو گے جب کہ قرآن نازل ہو رہا ہو تو وہ تم پر کھول دی جائیں گی۔ اب تک جو کچھ تم نے کیا اسے اللہ نے معاف کر لیا کہ وہ درگزر کرنے والا اور بردبار ہے۔ تم سے پہلے ایک گروہ نے اسی قسم کے سوالات کیے تھے، پھر وہ انہی کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو گئے۔

اللہ نے نہ کوئی بحیرہ مقرر کیا ہے نہ سائبہ اور نہ وید اور نہ حام۔ مگر یہ کافر اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں کہ ان چیزوں کو اس کی مقرر کردہ ٹھہراتے ہیں، اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں کہ ایسے وہمیات کو مان رہے ہیں۔ اور حیب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس قانون کی طرف جو اللہ نے نازل کیا ہے اور آؤ پیغمبر کی طرف تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہمارے لیے تو بس وہی طریقہ کافی ہے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے۔ کیا یہ باپ دادا ہی کی تعلیم کیے چلے جائیں گے خواہ وہ کچھ نہ جانتے ہوں اور صحیح راستہ کی انھیں خبر ہی نہ ہو؟

(بقیہ سابق) سوال پر سوال نکال کر تفصیلات اور تعینات اور تقیدات بڑھانے کی کوشش کرتا ہے، اور اگر شارع کے کلام سے یہ چیزیں کسی طرح نہیں نکلتیں تو قیاس سے، استنباط سے کسی نہ کسی طرح مجمل کو مفصل، مطلق کو مقید، غیر معین کو معین بنا کر ہی چھوڑتا ہے، وہ حقیقت مسلمانوں کو بڑے خطرے میں ڈالتا ہے۔ اس لیے کہ بالعمامہ طبیعی امور میں جتنی تفصیلات زیادہ ہوں گی، ایمان لانے والے کے لیے اتنے ہی زیادہ الجھن کے مواقع بڑھیں گے، اور احکام میں جتنی قیود زیادہ ہوں گی پیروی کرنے والے کے لیے خلاف ورزی حکم کے امکانات بھی اسی قدر زیادہ ہوں گے۔

(حاشی صفحہ ۵۸) ۱۔ یعنی پہلے انھوں نے خود ہی عقائد اور احکام میں موٹ گافیاں کیں اور ایک ایک چیز کے متعلق سوال کر کے تفصیلات اور قیود کا ایک جال اپنے لیے تیار کر لیا، پھر خود ہی اُس میں الجھ کر اعتقادی گمراہیوں اور عملی نافرمانیوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس گروہ سے مراد یہودی ہیں جن کے نقش قدم پر چلنے میں، قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہات کے باوجود مسلمانوں نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے۔

۲۔ جس طرح ہندوستان میں گائے، بیل اور بکرے خدا کے نام پر یا کسی بُت یا قبر یا دیوتا یا پیر کے نام پر پُر کر کے چھوڑ دیے جاتے ہیں اور ان سے کوئی خدمت لینا یا انھیں ذبح کرنا یا کسی طوطی پر ان سے فائدہ اٹھانا حرام سمجھا جاتا ہے، اسی طرح (باقی اگلے صفحہ پر)

اے ایمان لانے والو! اپنی فکر کرو، کسی دوسرے کی گمراہی سے تمہارا کچھ نہیں بگڑتا اگر تم خود راہِ راست پر ہو، اللہ کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے، پھر وہ تمہیں بتا دے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ اے ایمان لانے والو! جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آ جائے اور وہ وصیت کر رہا ہو تو اس کے لیے شہادت کا انصاف یہ ہے کہ تمہاری جماعت میں سے دو صاحبِ عدل آدمی گواہ بنائے جائیں، یا اگر تم سفر کی حالت میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت پیش آ جائے تو غیر مسلموں ہی میں سے دو گواہ لے لیے جائیں۔ پھر اگر کوئی شک پڑ جائے تو نماز کے بعد دونوں گواہوں کو (مسجد میں) روک لیا جائے اور

(بقیہ سابق) زمانہ جاہلیت میں اہلِ عرب بھی مختلف طریقوں سے جانوروں کو پٹن کر کے چھوڑ دیا کرتے تھے اور ان طریقوں سے چھوڑے ہوئے جانوروں کے الگ الگ نام رکھتے تھے۔

بجیرہ اس اونٹنی کو کہتے تھے جو پانچ دفعہ بچے جن چکی ہو اور آخری بار اس کے ہاں زہچہ ہوا ہو۔ اس کا کان چیر کر اُسے آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ پھر نہ کوئی اس پر سوار ہوتا، نہ اس کا دودھ پیا جاتا، نہ اسے ذبح کیا جاتا، نہ اس کا اونٹن تاراجا۔ اُسے حق تھا کہ جس کھیت اور جس چراگاہ میں چاہے چرے اور جس گھاٹ سے چاہے پانی پیے۔

ساتبہ اس اونٹ یا اونٹنی کو کہتے تھے جسے کسی مکت کے پورا ہونے یا کسی بیماری سے شفا پانے یا کسی خطرے سے نچ جانے پر بطور شکرانہ کھپن کر دیا گیا ہو۔ نیز جس اونٹنی نے دس مرتبہ بچے دیے ہوں اور ہر بار مادہ ہی جنی ہو اسے بھی آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔

وصیلہ۔ اگر بکری کا پہلا بچہ نہ ہوتا تو وہ خداؤں کے نام پر ذبح کر دیا جاتا اور اگر وہ پہلی بار مادہ جنتی تو اسے اپنے لیے رکھ لیا جاتا تھا لیکن اگر نر اور مادہ ایک ساتھ پیدا ہوتے تو نر کو ذبح کرنے کے بجائے یونہی خداؤں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا اور اس کا نام وصیلہ تھا۔

حام۔ اگر کسی اونٹ کا پوتا سبزی دینے کے قابل ہو جاتا تو اس بوڑھے اونٹ کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا۔ نیز اگر کسی اونٹ کے لطف سے دس بچے پیدا ہو جاتے تو اسے بھی آزادی مل جاتی۔

(حواشی صفحہ ہذا) سلہ یعنی بجائے اس کے کہ آدمی بروقت یہ دیکھتا رہے کہ فلاں کیا کر رہا ہے اور فلاں کس عقیدے میں کیا خرابی ہے اور فلاں کے اعمال میں کیا بُرائی ہے، اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ خود کیا کر رہا ہے۔ اسے فکر اپنے خیالات کی، اپنے اخلاق اور اعمال کی (باقی اگلے صفحہ پر)

وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہم کسی ذاتی فائدے کے عوض شہادت بیچنے والے نہیں ہیں، اور خواہ کوئی ہمارا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو (ہم اس کی رعایت کرنے والے نہیں) اور نہ خدا واسطے کی گواہی کو ہم چھپانے والے ہیں، اگر ہم نے ایسا کیا تو گناہ گاروں میں شمار ہوں گے۔ لیکن اگر پتہ چل جائے کہ ان دونوں نے اپنے آپ کو گناہ میں مبتلا کیا ہے تو پھر ان کی جگہ دو اور شخص اُن لوگوں میں سے کھڑے ہوں جن کا حق پچھلے دو گواہوں نے مارنا چاہا تھا، اور وہ خدا کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ برحق ہے اور ہم نے اپنی گواہی میں کوئی زیادتی نہیں کی ہے، اگر ہم ایسا کریں تو ظالموں میں سے ہوں گے۔ اس طریقہ سے زیادہ توقع کی جاسکتی ہے کہ لوگ ٹھیک ٹھیک شہادت دیں گے، یا کم از کم اس بات ہی کا خوف کریں گے کہ ان کی قسموں کے بعد دوسری قسموں سے کہیں ان کی تردید نہ ہو جائے۔ اللہ سے ڈرو اور سنو، اللہ نافرمانی کرنے والوں کو اپنی رہنمائی سے محروم کر دیتا ہے۔

۴۴

جس روز اللہ ﷻ سب رسولوں کو جمع کر کے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا، تو وہ عرض کریں گے

(بقیہ سابق) ہونی چاہیے کہ وہ کہیں خراب نہ ہوں۔ اگر آدمی خود اللہ کی اطاعت کر رہا ہے، خدا اور بندوں کے جو حقوق اس پر عائد ہوتے ہیں انہیں ادا کر رہا ہے، اور راست روی و راست بازی کے مقتضیات پورے کر رہا ہے، جن میں لازماً امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی شامل ہے، تو یقیناً کسی شخص کی گمراہی و گمراہی اس کے لیے نقصان دہ نہیں ہو سکتی۔ اس آیت کا یہ منشا، ہرگز نہیں ہے کہ آدمی بس اپنی نجات کی فکر کرے، دوسروں کی اصلاح کی فکر نہ کرے۔ حضرت ابو بکر صدیق اس غلط فہمی کی تردید کرتے ہوئے اپنے ایک خطبہ میں فرماتے ہیں: ”لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو اور اس کی غلط تاویل کرتے ہو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگوں کا حال یہ ہو جائے کہ وہ بُرائی کو دیکھیں اور اسے بدمنے کی کوشش نہ کریں، ظالم کو ظلم کرتے ہوئے پائیں اور اس کا ہاتھ نہ پکڑیں تو بعید نہیں کہ اللہ اپنے عذاب میں سب کو لپیٹ لے۔ خدا کی قسم تم کو لازم ہے کہ بھلائی کا حکم دو اور برائی سے روکو، ورنہ اللہ تم پر ایسے لوگوں کو مسلط کر دے گا جو تم میں سب سے بدتر ہوں گے اور وہ تم کو سخت تکلیفیں پہنچائیں گے، پھر تمہارے نیک لوگ خدا سے دعائیں مانگیں مگر وہ قبول نہ ہوں گی۔“

باقی اگلے صفحہ پر

یعنی دیندار، راست باز، اور قابل اعتماد۔

کہ ہمیں کچھ علم نہیں، آپ ہی تمام پوشیدہ حقیقتوں کو جانتے ہیں۔ پھر تصور کرو اس موقع کا جب اللہ فرمایا
کہ اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! یاد کر میری اس نعمت کو جو میں نے تجھے اور تیری ماں کو عطا کی تھی، میں نے
ربح پاک سے تیری مدد کی، تو گہوارے میں بھی لوگوں سے بات کرتا تھا اور بڑی عمر کو پہنچ کر بھی، میں نے
تجھ کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی، تو میرے حکم سے مٹی کا پتلا پرندے کی شکل کا بنانا اور
اس میں پھونکنا تھا اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا تھا، تو مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو میرے حکم سے اچھا
کرتا تھا، تو مردوں کو میرے حکم سے نکالتا تھا، پھر جب تو بنی اسرائیل کے پاس صریح نشانیاں لے کر پہنچا
اور جو لوگ ان میں سے منکر حتیٰ تھے انھوں نے کہا کہ یہ نشانیاں جادوگری کے سوا اور کچھ نہیں ہیں، تو میں نے ہی
تجھ ان سے بچایا، اور جب میں نے حواریوں کو اشارہ کیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تب انھوں نے
کہا کہ ہم ایمان لائے اور گواہ رہو کہ ہم مسلم ہیں۔ (حواریوں کے سلسلہ میں) یہ واقعہ بھی یاد رہے کہ جب

(بقیہ سابق) ۱۱۱ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے معاملات میں غیر مسلم کو شاہد بنانا صرف اُس حالت میں درست ہے جبکہ کوئی مسلمان گواہ
بننے کے لیے میسر نہ آ سکے۔

(حواشی صفحہ ۳۱) ۱۱۲ مراد ہے قیامت کا دن۔

۱۱۳ یعنی اسلام کی طرف جو دعوت تم نے دنیا کو دی تھی اس کا ایک جواب دینا نے تمہیں دیا۔

(حواشی صفحہ ۳۱) ۱۱۴ یعنی ہم تو صرف اُس محدود ظاہری جواب کو جانتے ہیں جو ہمیں اپنی زندگی میں ملتا ہوا محسوس ہوا، باقی رہا یہ کہ فی
الحقیقت ہماری دعوت کا رد عمل کہاں کس صورت میں کتنا ہوا، تو اس کا صحیح علم آپ کے ہوا کسی کو نہیں ہو سکتا۔

۱۱۵ ابتدائی سوال تمام رسولوں سے بحیثیت مجموعی ہوگا، پھر ایک ایک رسول سے الگ الگ شہادت لی جائے گی
جیسا کہ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تصریح ارشاد ہوا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو سوال کیا جائے گا
وہ یہاں بطور خاص نقل کیا جا رہا ہے۔

۱۱۶ یعنی حالت موت سے نکال کر زندگی کی حالت میں لاتا تھا۔

۱۱۷ یعنی حواریوں کا تجھ پر ایمان لانا بھی ہمارے فضل اور توفیق کا نتیجہ تھا، ورنہ تجھ میں تو اتنی (باقی اس کے صفحہ پر)

حواریوں نے کہا اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تمہارا رب ہم پر آسمان سے کھانے کا ایک خوان اتار سکتا ہے؟ تو عیسیٰ نے کہا اللہ سے ڈرو اگر تم مومن ہو۔ انھوں نے کہا ہم بس یہ چاہتے ہیں کہ اس خوان سے کھانا کھائیں اور ہمارے دل مطمئن ہوں اور ہمیں معلوم ہو جائے کہ تم نے جو کچھ ہم سے کہا ہے وہ سچ ہے اور ہم اس پر گواہ ہوں۔ اس پر عیسیٰ ابن مریم نے دعا کی خدایا! ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک خوان نازل کر جو ہمارے لیے، ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے خوشی کا موقع قرار پائے اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، ہم کو رزق دے اور تو بہترین رازق ہے۔ اللہ نے جواب دیا میں اس کو تم پر نازل کرنے والا ہوں، مگر اس کے بعد جو تم میں سے کفر کرے گا اسے میں ایسی سزا دوں گا جو دنیا میں کسی کو نہ دی ہوگی۔ غرض جب (یہ واقعات یاد دلا کر) اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کے ہوا مجھے اور میری ماں کو

ع

(بقیہ سابق) طاقت بھی نہ تھی کہ اس جھٹلانے والی آبادی میں ایک ہی تصدیق کرنے والا اپنے بل بوتے پر پیدا کر لیتا۔ ضمنیہاں یہ بھی بتا دیا کہ حواریوں کا اصل دین اسلام تھا نہ کہ عیسائیت۔

۵۵ چونکہ حواریوں کا ذکر آگیا تھا اس لیے سلسلہ کلام کو توڑ کر جملہ مقررہ کے طور پر یہاں حواریوں ہی کے متعلق ایک اور واقعہ کی طرف بھی اشارہ کر دیا گیا جس سے یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ مسیح سے براہ راست جن شاگردوں نے تعلیم پائی تھی وہ مسیح کو ایک انسان، محض ایک بندہ سمجھتے تھے اور ان کے وہم و گمان میں بھی اپنے مرشد کے خدایا شریک خدایا فرزند خدا ہونے کا تصور نہ تھا۔ نیز یہ کہ مسیح نے خود بھی اپنے آپ کو ان کے سامنے ایک بندہ بے اختیار کی حیثیت سے پیش کیا تھا۔

یہاں یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ جو گفتگو قیامت کے روز ہونے والی ہے، اس کے اندر اس جملہ مقررہ کا کون سا موقع ملے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ مقررہ اس گفتگو سے متعلق نہیں ہے جو قیامت کے روز ہوگی بلکہ اس کی اس مشکی حکایت سے متعلق ہے جو اس دنیا میں کی جا رہی ہے قیامت کی اس ہونے والی گفتگو کا ذکر یہاں کیا ہی اس لیے جارہا ہے کہ عیسائیوں کو اس سے سبق ملے اور وہ راہ راست پر آئیں۔ لہذا اس گفتگو کے سلسلہ میں حواریوں کے اس واقعہ کا ذکر بطور ایک جملہ مقررہ کے آنا کسی طرح غیر متعلق نہیں ہے۔ (حاشی صفحہ ۵۸) لہذا قرآن اس باب میں خاموش ہے کہ یہ خوان فی الواقع اتارا گیا یا نہیں۔ دوسرے کسی معتبر ذریعہ سے بھی اس سوال کا جواب نہیں ملتا۔ ممکن ہے کہ یہ نازل ہوا ہو اور ممکن ہے کہ حواریوں نے بعد کی خوفناک دھکی سن کر اپنی درخواست پس لے لی ہو۔

بھی خدا بنا لو؟ تو وہ جواب میں عرض کیے گا کہ ”سبحان اللہ! میرا یہ کام نہ تھا کہ وہ بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے حق نہ تھا، اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو آپ کو ضرور علم ہوتا، آپ جانتے ہیں جو کچھ میرے دل میں ہو

ملکہ عیسائیوں نے اللہ کے ساتھ صرف مسیح اور روح القدس ہی کو خدا بنانے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ مسیح کی والدہ حضرت مریم کو بھی ایک مستقل معبود بنا ڈالا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی الوہیت یا قدوسیت کے متعلق کوئی اشارہ تکہائیل میں موجود نہیں ہے۔ مسیح کے بعد ابتدائی تین سو برس تک عیسائی دینا اس تخیل سے بالکل نا آشنا تھی۔ تیسری صدی عیسوی کے آخری دور میں اسکندریہ کے بعض علماء برہنات نے پہلی مرتبہ حضرت مریم کے لیے ام اللہ یا ”مادر خدا“ کے الفاظ استعمال کیے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ الوہیت مریم کا عقیدہ اور مریم پرستی کا طریقہ عیسائیوں میں پھیلنا شروع ہوا لیکن اول اول چرچ اسے باقاعدہ تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھا، بلکہ مریم پرستوں کو فاسدالعقیدہ قرار دیتا تھا۔ پھر جب نسٹوریس کے اس عقیدے پر کہ مسیح کی واحد ذات میں دو مستقل جدا گانہ شخصیتیں جمع تھیں، مسیحی دنیا میں بڑا جدال کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تو اس کا تصفیہ کرنے کے لیے ۴۵۱ء میں شہر افسوس میں ایک کونسل منعقد ہوئی اور اس کونسل میں پہلی مرتبہ کلیسا کی سرکاری زبان میں حضرت مریم کے لیے ”مادر خدا“ کا لقب استعمال کیا گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مریم پرستی کا جو مرض اب تک کلیسا کے باہر پھیل رہا تھا وہ اس کے بعد کلیسا کے اندر بھی تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا جیسا کہ نبرد قرآن کے زمانہ تک پہنچتے پہنچتے حضرت مریم اتنی بڑی دیوی بن گئیں کہ باپ، بیٹے اور روح القدس تینوں ان کے سامنے ہیچ ہو گئے۔ ان کے مجسمے جگہ جگہ کلیساؤں میں رکھے ہوئے تھے، ان کے آگے عبادت کے جملہ مراسم ادا کیے جاتے تھے، انہی سے دعائیں مانگی جاتی تھیں، وہی فریادرس، حاجت روا، منجھل کش اور بیکسوں کی پشت پناہ تھیں اور ایک مسیحی بندے کے لیے رب سے بڑا ذریعہ اعتماد اگر کوئی تھا تو وہ یہ تھا کہ ”مادر خدا“ کی حمایت و سرپرستی اسے حاصل ہو۔ قیصر جسٹین اپنے ایک قانون کی تہدید میں حضرت مریم کو اپنی سلطنت کا حامی و ناصر قرار دیتا ہے۔ اس کا مشہور جنرل نرسیس میدان جنگ میں حضرت مریم سے ہدایت و رہنمائی طلب کرتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم عصر قیصر برقل نے اپنے جھنڈے پر ”مادر خدا“ کی تصویر بنا رکھی تھی اور اسے یقین تھا کہ اس تصویر کی برکت سے یہ جھنڈا سرنگوں نہ ہو گا۔ اگرچہ بعد کی صدیوں میں تحریک اصلاح کے اثر سے پروٹسٹنٹ عیسائیوں نے مریم پرستی کے خلاف شدت سے آواز اٹھائی، لیکن رومن کیتھولک کلیسا آج تک اس مسلک پر قائم ہے۔